تعمیر سیرت و کردار۔ فضائل اخلاق

(احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں تجزیہ)

* پروفیسر ڈاکٹر مس نسیم سحر صمد

دین اسلام کی تعلیمات کے تناظر میں اللہ تعالی نے بنی نوع انسان کے لئے زندگی کی جس نوعیت کو انبیاء و مرسلین کے ذریعے بیان فرمایا اس کا اجتماعی معاشرتی زندگی کے ساتھ گہرا ربط موجود ہے۔ فرد اجتماعیت کے ذریعے اپنی ضروریات کی تکمیل میں معاونت حاصل کرتا ہے اور اجتماعیت فرد کے ذریعے تقویت حاصل کرتی ہے۔ عمرانیاتی اعتبار سے فرد کی تکمیل ذات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کی سیرت و کردار کی تعمیر و تشکیل اور نشو و ارتقاء پایۂ کمال کو نہ پہنچ جائے۔ رشد و ہدایت کے سلسلے کی مُنتہا خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ منصب نبوت و رسالت کے حوالے سے آپ کی بنیادی ذمہ داری احکاماتِ الٰہیہ کے مطابق انسانی شخصیت کو مناسب سانچے میں ڈھالنے کے ساتھ ساتھ اس کی سیرت و کردار کی تعمیر پر توجہ تھی۔ چنانچہ احکاماتِ الٰہیہ کی روشنی میں رسولِ کریم ﷺ نے مکہّ مکرمہ کی معاشرت کے جاہلی دستور کے متوازی فکر و نظر کی وہ اعلیٰ اخلاقی قدریں متعارف کروائیں، جنہوں نے زندگی کے بارے میں ان کا نقطہ نظر بدل دیا۔ یہی وہ انقلابی تبدیلی تھی جس کا اقرار شاہِ حبشہ نجاشی کے روبرو مہاجر مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے کیا تھا:

((أيّها الملک ! كنا قوما أهل جاهلية، نعبد الأصنام و نأ كل الميتة ، ونأتي الفواحش ، و نقطع الأرحام ، و نسيئ الجوار ، و يأ كل القوى منا الضعيف. فكنا على ذلک حتى بعث الله إلينا رسولا منّا نعرف نسبه و صدقه و أمانته و عفافه، فدعانا إلى الله لنوحده و نعبده و نخلع

* شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، جیل روڈ، لاہور۔

ماكنا نعبد نحن و آباؤ نا من دونه من الحجارة و الأوثان. و أمر نا بصدق الحديث و أداء الأمانة و صلة الرحم و حسن الجوار، و الكف عن المحارم و الدماء ، و نهانا عن الفواحش و قول الزور، و أكل مال اليتيم و قذف المحصنات . و أمرنا أن نعبد الله و حده و لا نشرك به شيئاً، و أمرنا بالصلاة و الزكاة و الصيام فصدقناه و آمنابه و اتبعناه على ماجاء به من الله، فعبدنا الله و حده فلم نشرك به شيئاً، و حرمنا ماحرم علينا، و أحللنا ماأحل لنا. فعدا علينا قومنا فعذ بونا وفتنونا عن ديننا ليردونا إلى عبادة الأوثان من عبادة الله تعالىٰ،و أن نستحل ما كنا نستحل من الخبائث)))(1)

''اے بادشاہ ہم جاہلیت والی قوم تھے،ہم بتوں کی پوجا کرتے تھےاور مردار کھاتے تھےاور فواحش کے خوگر تھےاور قطع رحمی کرتے تھےاور پڑوسی کا حق کھاجاتے تھےاور ہم میں سے طاقت ورضعیف کونقصان پہنچاتا تھا ہم اسی حالت پر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو ہم جانتے تھے،اس کی صداقت ،اس کی امانت اوراس کی عفت کو جانتے تھے۔ پس اس نے ہمیں اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دی اور یہ کہ ہم اس کی عبادت کریں اور ہم اور ہمارے آباء اس کے سوا پتھروں اور بتوں کی جو پوجا کرتے تھے اس کو ترک کردیں اوراس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں اورامانت ادا کریں اورصلہ رحمی کریں اور پڑوسیوں سے اچھا سلوک کریں اورخُون بہانے اورفواحش کے ارتکاب اور جھوٹ بولنے سے منع فرمایا اور یہ کہ ہم یتیم کا مال نہ کھائیں اور پاکیزہ عورتوں پرتہمت نہ لگائیں اوراس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرائیں اوراس نے ہمیں نماز، زکوۃ اور روزے کاحکم دیا پس ہم نے اس کی تصدیق کی اوراس پرایمان لے آئے اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر جو نازل ہوا تھا اس کی پیروی کی۔ پس ہم اللہ وحدہُ لاشریک کی عبادت کرنے لگے اور ہم پر جو چیز حرام ٹھہرادی گئی اس کو

حرام سمجھنے لگے اور جس کو حلال قرار دیا گیا اس کو حلال سمجھنے لگے۔ لیکن ہماری قوم ہمارے خلاف ہوگئی اور ہم پر ظلم وتشدد کرنے لگی اور اس اَمر پر مجبور کرنے لگی کہ ہم اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کی طرف لوٹ جائیں اور خبائث میں سے جو چیزیں وہ جائز سمجھتے تھے ہم بھی جائز قرار دیں''۔

بین الاقوامی سطح پر ایک بادشاہ کے دربار میں بہانگ دُہل اُس اصلاحی لائحہ عمل کا اعتراف تھا، جو رسول کریم ﷺ نے عمرانیاتی ھیئت میں انتہائی قلیل مدت میں نافذ العمل کر کے دکھا دیا۔ جاہلی عربوں کے آئینہ ہائے قلوب جو زنگ آلود تھے، اسلام کی حقانی تعلیمات نے صیقل کر دیے۔ سیرت وکردار کی خرابیاں انفرادی اور اجتماعی سطح پر جہالت کی آلودگیوں سے مصفیٰ ہوگئیں۔ ان کے نفوس نے فوز وفلاح کے پیغام اور فرمانِ الٰہی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے تزکیہ کا طریقہ ڈھونڈ لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی تناظر میں فرمایا:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۞ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾(2) اس نے فلاح پائی جس نے اسے (نفس) سنوار لیا اور نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملا کر چھوڑا۔

مفتی محمد شفیعؒ اس آیۂ کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سات قسموں کے بعد جوابِ قسم میں فرمایا ہے کہ بامراد ہوا وُہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا۔

تزکیہ کے اصل معنی باطنی پاکی کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جس نے اللہ کی اطاعت کر کے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کر لیا اور محروم ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو گناہوں کی دلدل میں دھنسا دیا۔(3) گویا تزکیہ سے ہی تکمیلِ نفس کی خصوصیت وجود پذیر ہوتی ہے۔ جس کی اساس ایمان باللہ کے مرکز ومحور کے گرد گھومتی ہے۔ اپنے نفس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کے رنگ میں رنگنے کے نتیجے میں انسان کفر وشرک اور فسق وفجور کے اُن مہلکات سے مامون ہو جاتا ہے، جو نفس انسانی کی حقارت وتذلیل کا باعث بنتے ہیں۔ یہ تعلق باللہ انسان کے سیرت وکردار کو صحیح اور مثبت خطوط پر اُستوار کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ سیرت وکردار درحقیقت اخلاق و عادات کا ظاہری صورت میں نظر آنے کا نام ہے۔ ابن منظور اخلاق کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

((الخلق، بضم اللام و سکونها : و هو الدین و الطبع و السجیة، و حقیقته

إنه لصورة الإنسان الباطنة و هي نفسه و أوصافها و معانيها المختصة بها بمنزلة الخلق لصورته الظاهرة و أوصافها و معانيها، ولهما أوصاف حسنة و قبيحة، والثواب، والعقاب يتعلقان بأوصاف الصورة الباطنة اكثر ممايتعلقان بأوصاف الصورة الظاهرة ، ولهذا تكرّرت الأحاديث فی مدح حسن الخلق في غير موضع كقوله: ”من أكثر مايدخل الناس الجنة تقوى الله وحسن الخلق “، و قوله :” أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً))(4)

” الخلق (لام کی ضمہ اور سکون کے ساتھ): اور وہ دین اور فطرت اور سجیۃ یعنی عادت و خصلت سے مراد ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ انسان کے باطن کی صورت گری ہے اور اس سے مراد اس کا نفس اور نفس کے اَوصاف اور معنوی تخصّصات ہیں جو کہ بمنزلہ تخلیق ہے جس سے اس کی ظاہری صورت گری ہوتی ہے۔ اس کے اَوصاف نمایاں ہوتے ہیں اور ان کو معنویت ملتی ہے۔ لہٰذا اس میں دونوں طرح کے اَوصاف یعنی اَوصافِ حسنہ اور اَوصافِ قبیحہ، ثواب اور عقاب باطنی حوالوں سے شامل ہیں جو کہ اکثر ظاہری صورت کے اَوصاف سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احادیثِ مبارکہ میں بار بار حسنِ خلق کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ! سب سے زیادہ انسان کو جنت میں داخل کرنے کا سبب بنتی ہے وہ خشیتِ الٰہی اور حسنِ اخلاق ہے‘۔ اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ’ ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جس کا اخلاق (انسانوں میں) ان سب سے بہترین ہے“۔

اس ضمن میں رسولِ کریم ﷺ نے اُمتِ مسلمہ کے افراد کی تربیت سیرت و کردار کے حوالے سے اخلاقیات کی اہمیت کو اُجاگر فرمایا۔ رسولِ کریم ﷺ نے اخلاقی اقدار کو اپنے اُسوہ حسنہ کے عملی قالب میں ڈھال کر دکھایا، اس کے اپنے منفرد اِمتیازات اور خصائص ہیں، جن کی بناء پر کامل ترین، جامع، قابلِ عمل اور ابدی و آفاقی رہنمائی کا اعزاز آپ ﷺ کو نصیب ہوا۔(5) چنانچہ وہی جاہل عرب لوگ جو ایک وقت میں اپنی جہالت پر فخر کرتے

تھے نعمتِ اسلام سے مستفید و مستنیر ہونے کے بعد روشن سیرت و کردار اور اخلاق کی بناء پر آنے والے ادوار کے لوگوں کے لئے رہبر اور رہنما قرار پائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی معرفت اَخلاقی فضائل و رذائل سے آگاہی عطا فرمائی تا کہ بہتر سیرت و کردار کی ضمانت حاصل ہو سکے اور صاحبِ ایمان افراد، ہیئتِ عمرانی کے بہتر تسلسل کا باعث بن سکیں

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی کے خیال کے مطابق اخلاص، صدق، امانت، ایثار، شکر۔ وہ اخلاقی اقدار ہیں جو ایک طرف اگر انسان کو فرائض کی ادائیگی پر آمادہ کرتی ہیں تو دوسری طرف حقوقِ انسانی کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتی ہیں۔ اخلاق جس قدر مستحکم ہوں گے، انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت بھی اتنی ہی مستحکم ہوگی۔ اِسلام کے یہ اخلاقی اُصول زمان و مکان، رنگ و نسل اور زبان وغیرہ کی حدود و قیود وغیرہ سے آزاد ہیں۔ انہی کی بنیاد پر عہدِ رسالت میں ایک عالمی اسلامی معاشرے کی تشکیل ہوئی تھی جس میں اُن کمزور طبقات کے حقوق بھی محفوظ ہو گئے تھے جو عہدِ رسالت سے قبل انسانی حقوق سے محروم چلے آرہے تھے۔ (6) محاسنِ اخلاق کا بیان آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اِفادیت کا حامل ہوگا، تا کہ ہر اَخلاقی قدر کی حکمتوں سے آگاہی حاصل ہو اور ان اوصافِ حسنہ کا مختصر تجزیہ کرتے ہوئے کردار کی تشکیل اور تعمیر کے ساتھ ساتھ ان کا ربط و تعلق واضح کیا جا سکے۔

⊙ صدق:

قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں اس اخلاقی فضیلت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾(7)

''اور جو سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کو سچ جانا وہی لوگ پرہیز گار ہیں''۔

﴿ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰہَ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ﴾(8)

''کاش یہ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا''۔

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴾(9)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو''۔

﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوۡمُ يَنۡفَعُ الصّٰدِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ. لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا﴾

''اللہ فرمائے گا کہ یہی دن ہے کہ سچے بندوں کو اُن کا سچ کام آئے گا، ان کے لیے باغ ہوں گے جن کے تلے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہیں گے''۔

ان منتخب آیاتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صدق یعنی سچائی کے جن پہلوؤں کی نشاندہی فرمائی ہے وہ نہ صرف عمرانیاتی زندگی میں انسان کے کامیاب رویوں کی اُساس مہیا کرتے اور ان کی ترغیب دلاتے ہیں بلکہ زندگی کی معنویت میں اضافہ کرتے ہوئے اس کی اُخروی جزا اور صلہ کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر کون سچا ہوسکتا ہے۔(11) اس کی نازل کردہ شرائع حق وصداقت پر مبنی تھیں۔ صدق کی یہ تعلیم بنیادی طو ر پر قلبی، لسانی اور عملی سچائی کے رویوں پر مشتمل ہوتی ہے۔(12)

ایمانِ کامل، اعمالِ صالحہ اور تمام آزمائشوں میں ایفائے عزم صدیقیت کے اس مقام پر پہنچادیتی ہے، جس کا تذکرہ آیۂ کریمہ میں موجود ہے۔

﴿وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيۡقُوۡنَ﴾(13)

حضور ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

((إن الصّدق يهدی إلی البرّ و إن البرّ يهدي إلی الجنّة و إن الرّجل ليصدق حتّی يكون صدّيقا،وإنّ الكذب يهدي إلی الفجور و إنّ الفجور يهدي إلی النّار وإن الرّجل ليكذب حتی يكتب عند الله كذّابا)) (14)

((إن الصّدق برّ، و إن البرّ يهدي إلی الجنّة ، و إنّ العبد ليتحرّی الصّدق حتّی يكتب [عندا لله] صدّيقا، و إنّ الكذب فجور، و إن الفجور يهدي إلی النّار، و إنّ العبد ليتحرّی الكذب حتی يكتب كذّابا))(15)

آپ ﷺ نے فرمایا:

((آية المنافق ثلاث: إذا حدّ ث كذب، و إذا وعد أخلف و إذا ائتمن خان))(16)

منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بولے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔

آپ ﷺ نے مومن اور منافق میں فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا:

((أربع من كنّ فيه كان منافقا خالصا، و من كانت فيه خصلة منهنّ كانت فيه خصلة من النّفاق حتى يدعها: إذا ائتمن خان، و إذا حدّث كذب ، و إذا عاهد غدر، و إذا خاصم فجر))(17)

''جس میں چار باتیں ہیں وہ پکا منافق ہے۔اور جس میں ایک بات ہو،تو اس میں نفاق کی ایک نشانی پائی جاتی ہے۔ جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے، جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب کوئی وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب جھگڑے تو حق کے خلاف کہے''۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں بیان کیا گیا کہ'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کا انصاف فرمائے گا تو سب گروہ پیش کیے جائیں گے۔سب سے پہلے قرآن مجید کا عالم شخص، خدا کی راہ میں شہید شخص اور دولت مند شخص پیش ہوگا۔پس اللہ تعالیٰ قاری سے کہے گا کہ کیا میں نے اپنے رسول پر نازل شدہ علم تجھے نہیں سکھایا تو وہ کہے گا ہاں یارب! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تونے جو سیکھا اس پر کیا عمل کیا۔تو جواب میں وہ کہے گا کہ میں اس پر رات اور دن کی گھڑیوں میں عمل کرتا رہا۔تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تونے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی اس کو کہیں گے تونے جھوٹ کہا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے چاہا کہ تجھے قاری کہا جائے پس ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح دولت مند اور راہِ خدا میں شہید ہونے والا پیش کیا جائے گا تو ان کو بھی ان کے دعوؤں کے برعکس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تونے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی ان کو جھٹلائیں گے۔ پھر ان کو قیامت کے روز آگ میں ڈالا جائے گا۔(18)

صدق کی خوبی ظاہری اور باطنی ہر جہت پر محیط ہے۔صرف ظاہر داری کے لبادوں سے اس اَرفع واَعلیٰ خلق تک رسائی حاصل نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کی اصل رُوح اور تقاضوں کو ہر لمحہِ حیات میں رضائے الٰہی کے لیے ملحوظ

رکھنا اَصل مقصود ہے۔ جہادِ زندگی میں سچائی کے تمام تر لوازمات کے مطابق راہِ عمل کا انتخاب اور اس میں درپیش مشقتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا مگر دامنِ صداقت کو کذب کی ہر آلودگی سے بچا لینا اصل امتحان ہے اور اسی میں سُرخرو ہونے والوں کو 'صدیقیت' کے رُتبہ اور مقام سے نوازا گیا۔

دینِ اسلام میں انسانی سیرت و کردار کی تشکیل میں صدق کا وہ توازن قائم فرمایا گیا ہے جس سے عمرانیاتی ہیئت کو بھی اِنتفاع حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔ چنانچہ احادیثِ مبارکہ میں اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ اگر باہمی اِجتماعی تعلقات کی خرابی اور اندیشوں کو دور کرنے کیلئے طریق کار اختیار کیا جاتا ہے تو وہ خلافِ حقیقت ہونے کے باوجود جھوٹ میں شمار نہ ہوگا۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے:

((لا يحل الكذب إلا في ثلاث : يحدث الرّجل إمرأ ته ليرضيها ، والكذب في الحرب، و الكذب ليصلح بين النّاس)) (19)

(ليس بالكاذب من أصلح بين النّاس فقال خيراً أو نما خيرا))(20)

⊙ سخاوت:

دینِ اسلام تعمیر کردار کی اُساسی اَقدار میں جن محاسنِ اخلاق پر زور دیتا ہے ان کا پس منظر سمجھنا بھی ضروری ہے۔ تعمیرِ کردار فرد کی زندگی کی کامیابی کیلئے ضروری ہے اور حیاتِ عمرانی افراد کی اِجتماعی ہیئت کا ہی عنوان ہے۔ بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ افراد کی شخصیت سازی اور سیرت و کردار کی تعمیر کے پہلو پر زور دینے کا مطلب - اُس عمرانیاتی ہیئت کو وجود میں لانا ہے، جس میں دینداری، نیکوکاری اور اس کی تمام متعلقہ صحت مند اقدار بافراط میسر ہوں۔ تاکہ اجتماعی زندگی کی صلاح و فلاح اپنے مثبت نتائج کے ساتھ پرسکون عمرانیاتی ماحول کی آئینہ دار ہو۔ سخاوت کا تعلق انسان کے ان رویّوں سے ہے جو وہ مختلف نعمتوں کے اِستعمال کے متعلق اختیار کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾(21)

''اور صاحبِ ایمان افراد عطا کردہ نعمتوں میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

اس تناظر میں سخاوت کی خصوصیت کا جو تعارف سید سلیمان ندوی نے کروایا ہے بہت جامع اور قابل فہم ہے۔ آپ نے سخاوت کی عام فہم تعریف، انفاق اور ادائیگی زکوٰۃ کی بجائے اس کے پسِ پشت محرک حکمتوں کو

مدنظر رکھتے ہوئے اس کا عمرانیاتی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ گہرا تعلق قائم کیا ہے اور اسے دوسری بنیادی اَخلاقی تعلیم قرار دیا ہے۔آپ کے مطابق سخاوت کے حقیقی معنی:

- ⊙ اپنے کسی حق کو خوشی کے ساتھ دوسرے کے حوالہ کر دینا،
- ⊙ اپنا حق کسی کو معاف کر دینا،
- ⊙ اپنا بچا ہوا مال کسی دوسرے کو دینا،
- ⊙ اپنی ضرورت کا خیال کیے بغیر یا اپنی ضرورت کو روک کر کسی دوسرے کو دینا،
- ⊙ دوسرے کیلئے اپنے جسم اور اپنے دماغ کی قوت کو خرچ کرنا،
- ⊙ دوسروں کو بچانے کیلئے یا حق کی حمایت میں اپنی جان دے دینا۔(22)

جود وسخاوت کا یہ مفہوم ومعنی حیاتِ عمرانی کے اندر افراد کے مابین ایسے رشتے کو استوار کرتا ہے جس کا نتیجہ اِجتماعیت کے اِستحکام کی صورت میں ہی مرتب ہوتا ہے۔قرآنِ حکیم نے اس اخلاقی خوبی کے عملی مظہر یا صورت کو......انفاق فی سبیل اللہ، نفلی اعتبار سے اور ایتاءِ زکوۃ فرض ہونے کے اعتبار سے...... وضاحتہً بیان فرمایا ہے۔ احکاماتِ انفاق کو تحریک دینے والی خوبی سخاوت کا ماحصل یہ ہے کہ فرد کی ذات سے اجتماع کو جس قدر منفعت حاصل ہو سکے اس کو ممکن بنایا جائے، ہر طرح کا فضل ونعمت جو منعمِ حقیقی کی طرف سے عطا ہوا ہو بشمول مالی وسائل ان کے روبہ استعمال لانے سے فائدہ اجتماعیت کو ہی پہنچتا ہے، اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے اِستفادہ و اِنتفاع ایک فرد کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اِجتماعی طور پر ان کی افادیت عام ہو جاتی ہے۔ مالی اعتبار سے ارتکازِ دولت کا داعیہ معاشرت کو نقصان نہیں پہنچاتا۔اور تموّل کے منفی اثرات عمرانیاتی ہیئت میں مفاسد اور برائیوں کا باعث نہیں بنتے۔اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر انسان کو یہ حکمت ذہن نشین کروائی ہے کہ سماوی و ارضی نعمتوں کی ملکیت و میراث اور مقالید یعنی چابیاں وحدہ لاشریک ذات باری تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور انسانوں کو یہ یقین دہانی کروادی گئی:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾(23)

امام البیضاوی کے مطابق اللہ کے فضل و رحمت سے تمام ارضی حیات کا تغذیہ اور معاشی کفالت اسی کے ذمہ ہے اور وہ حیات و موت میں ان کے ٹھکانوں سے باخبر اور سب کچھ لوح محفوظ میں مذکور ہے۔(24) چنانچہ تغذیہ اور کفالت کے حوالے سے جو نعمتیں حاصل ہوں ان کا ذاتی تصرف اور خلق سخاوت کے مختلف مدارج کے مطابق اس کے سماجی اور اجتماعی انتفاع میں دوسروں کی شرکت صاحب ایمان افراد کا وہ اختصاص ہے جسے حکمت کی اصطلاح سے متعلق کیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلشَّیۡطٰنُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَیَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمۡ مَّغۡفِرَۃً مِّنۡہُ وَفَضۡلًا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ۝ یُّؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ. وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا﴾(25)

اللہ عزّ وجلّ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے اِستعمال کرنا، سخاوت کی خصوصیت کی نشاندہی کرتا ہے، لیکن شیطان فقر کی صورت میں انسان کو ڈراتا ہے۔اگر نعمتوں کو مخلوقِ خدا کی بھلائی کیلئے اِستعمال اور اِحصاء کے اس فرق کو انسان سمجھ لے تو یہ حکمت و دانش کے فروغ کا باعث بنتا ہے اور رضاء الٰہی کے حصول کی راہیں کشادہ کرتا ہے۔علم اور عمل کا ہر بند دریچہ اس سے وَا ہوجاتا ہے۔احادیثِ مبارکہ میں بھی انفاق کی ترغیب اور اِحصاء کی کراہیت کے عنوان سے اس کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((أنفحي – أو أنضحي، أو أنفقي – ولا تحصي ، فيحصي الله عليک، ولا توعي فيوعي الله عليک)) (26)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ليس لإ بن آدم حق في سوی هذه الخصال : بيت يسکنه، و ثوبٍ يو اري عورته و جلف الخبز وا لمآء)) (27)

((يا ابن آدم إنک أن تبذل الفضل خير لک،و أن تمسکه شر لک))(28)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((إن الله تعالیٰ جميل يحب الجمال سخي يحب السخاء،نظيف يحب النظافة))

(29)

حضرت مطرّف اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((ألهاكم التكاثر، قال : يقول إبن آدم مالي ، مالي، و هل لک من مالک إلا ماتصدّقت فأمضيت أو أكلت فأفنيت او لبست فأبليت))(30)

((أتى رسول الله ﷺ رجل ، فقال :يا رسول الله! أ يّ الصّدقه اعظم ؟ فقال: ((أن تصدّق و أنت صحيح شحيح ، تخشى الفقر و تأمل الغنىٰ ، ولا تمهل حتّى إذا بلغت الحلقوم قلت : لفلان كذا ، و لفلان الكذا، ألا ! وقد كان لفلان))(31)

((اليد العلياخيرمن اليد السّفلىٰ و اليد العليا: المنفقة،والسّفلىٰ: السّائلة)) (32)

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کی تائید حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما أحبّ أنّ أُحُدا ذاک عندي ذهبٌ ، أُمسي ثالثة ،عندي منه‘ دينار، اِلّا دينارا أرصده لِدَين،اِلّا أن أقول به في عباد اللّٰه، هكذا.حثا بين يديه. و هكذا.عن يمينه.و هكذا.عن شماله))(33)

’’آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’میں پسند نہیں کرتا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک میرے پاس ایک اشرفی رہ جائے ،سوائے قرض ادا کرنے کیلئے دینار رکھ چھوڑوں۔[یہ کہ میں کہوں گا کہ اس کو ایسے ایسے دائیں، بائیں اور پیچھے بانٹ دو]‘‘۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((إن الأكثرين هم الأقلون يوم القيامة، إلّا من قال ،هٰكذا و هٰكذا))(34)

((لاحسد إلا في اثنتين : رجل آتاه الله مالاً فسلّطه على هلكته فى الحقّ. و رجل آتاه الله حكمة ، فهو يقضي بها و يعلّمها))(35)

رسولِ کریم ﷺ نے صاحبِ ایمان افراد کیلئے اس اَمر کو بہت خفیف سمجھا کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو اللہ کی راہ

میں خرچ کرنے کی بجائے لالچ یا حُبِ باطل کی وجہ سے روک لیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ناپسند کیا کہ بُخل یا اُسراف کا راستہ اپنایا جائے۔ بلکہ اس اُمر کو مستحسن خیال کیا کہ وہ ان نعمتوں کے اِنتفاع کو معاشرتی سطح پر پھیلانے کی کوشش کریں۔ مال کی محبت سے لاتعلقی اختیار کرنا ہی سخاوت کے عالی رویّوں کوفروغ دینے کا باعث بن سکتا ہے اور اس کا اَجر وثواب ایسے لوگوں پر نارِ دوزخ کا حرام ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی﴾ (36)

﴿وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَا لَهٗ یَتَزَکّٰی ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۝﴾ (37)

پس جس نے دیا اور پرہیز کیا اور اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم اس کے لیے سچ بات کو آسانی میں تبدیل کردیں گے اور اس پرہیز گار کو بچائیں گے (ناردوزخ سے) وہ جو اپنا مال پاکیزگی کی چاہ کو دیتا ہے اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ جبکہ اپنے پروردگار اعلیٰ کی خوشی کیلئے اور وہ خوش ہو جائے گا۔ عطاو بخشش کے دلدادہ کو یہ احساس دلایا گیا کہ وہ اچھا اور عمدہ مال اللہ کی راہ میں عطا کرے۔ (38) اور اس کے بدلے میں کوئی بدلہ یا دنیاوی غرض مطلوب نہ ہو اور نہ ہی طعن و تشنیع یا احسان جتلا کر اپنی نیکی کو ضائع کردیا جائے (39) ایسے لوگ جو سخاوت کے خلقِ حسن کو عمرانیاتی سطح پر نظمِ اجتماعی کے استحکام کا ذریعہ بنائیں گے تو ان کیلئے اجرِ عظیم کی بشارت موصول ہوئی۔

﴿الّذین ینفقون أموالهم في سبیل الله ثم لا یتبعون ما أنفقوا منّا وّلا أذًی لهم أجر هم عند ربّهم و لا خوف علیهم و لا هم یحزنون﴾(40)

''ان کو خوف اور حزن کی کیفیات کا سامنا نہ رہے گا اور اللہ عزّ وجلّ کے پاس ان کو اُخروی نعمتوں کی صورت میں اَجر وثواب عطا کیا جائے گا''۔

⊙ عفت وعصمت:

حیاتِ عمرانی میں نسلِ انسانی کو تقدس کا لبادہ جس خلقِ حسنہ کی معرفت حاصل ہوتا ہے وہ عفت وعصمت ہے اِس کو پاکدامنی اور اِحسان کے عنوان سے بھی زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اخلاقی فضائل کے ساتھ اس خوبی کی

نسبت اور تعلق معاشرتی زندگی میں نسلِ انسانی کی پاکیزگی قائم کرنے کے حوالے سے ہے، جو اسے دیگر حیوانات سے اُفضل واُشرف ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے۔قرآن حکیم میں 'حفظ فروج' اور 'اِحصان' کی اصطلاحی تراکیب سے بھی اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔صاحب اِیمان افراد کی خوبی بیان کی گئی کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔(41) اَشرف المخلوقات ہونے کے ناطے مسلمان معاشرت کا ایک اہم اِمتیاز یہی ہے کہ اس میں انسان کی قوتِ شہویہ کو پابندِ ضوابط بنا دیا گیا ہے۔چنانچہ غضِّ بصر کا حکم دیا گیا، ستر اور حجاب کی حدود کو بیان کیا گیا۔(42) تو محض ان لوازمات کو تقویت دینے کیلئے جن کی بناء پر عفت و احصان کی فضا ہموار ہو سکے۔اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اِسلامی نظام معاشرت میں پاکیزگی اور پاکدامنی کی روایت کو تقویت دینے کیلئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴾(43)

''بدکاری کے قریب بھی مت جاؤ کہ یہ بڑی برائی اور بُرا راستہ ہے''۔

اس جامع حکم میں وہ تمام اسباب وعوامل جو بدکاری کی فضا کو تقویت دے کر اس برائی کو رائج اور استحکام دلاتے ہوں حرام کاموں میں شمار ہوں گے۔چنانچہ ہر طرح کی بے باکی اور بے حیائی کو ناپسند فرمایا گیا تاکہ اس کے نتیجے میں آگے چل کر ایسے مواقع پیدا نہ ہو جائیں جو عمرانی زندگی میں فساد اور نسلی تقدس کو مجروح کرنے کا باعث بنیں اور نسب کے خراب ہونے کی بناء پر مختلف معاشرتی مسائل جنم لیں۔جسکے نتیجے میں عمرانی ماحول مسموم ہو جائے۔اہلِ ایمان کی شان وتکریم پاکدامنی، پاکبازی اور عفت وعصمت کی حفاظت کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ بدکاری کے انسدادی اسباب وذرائع کو روبہ عمل لاتے ہیں تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ممکن ہو سکے۔حضور نبیِ کریم ﷺ نے ایسی اخلاقی ہدایات ارشاد فرمائیں جن کی بنیاد پر مسلمان معاشروں کے گھروں کے اندر اور ہیئت عمرانی میں خارجی اعتبار سے خباثت کو جڑ پکڑنے کے مواقع نہ مل سکیں(44) بدکاری کا شمار ایسی خرابیوں میں سے ہے جس کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جاسکتی۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے:((لا یزنی الزّانی حین یزنی وھو مؤمن))(45)

حیاتِ عمرانی میں مسلمان خاندانوں کی معاشرت کو عفت اور پاکدامنی کا نمونہ بنانے کیلئے یہ تمام ہدایاتِ نبوی ﷺ معنوی اور عملی اہمیت کے پہلوؤں کی حامل ہیں۔ان اخلاقی ہدایات کے علاوہ اگر معاشرتی تسلسل کی پاکیزگی اور تقدس کو داغدار کرنے کی کوشش سامنے آئے تو اس کیلئے شریعت کے قواعد وضوابط میں قانونی گرفت

انتہائی سختی کے ساتھ موجود ہے۔تاکہ معاشرتی زندگی کو اس کے نامناسب اثرات سے محفوظ رکھا جاسکے۔پاکدامنی اختیار کرنے والوں کے فضائل کا بیان بھی موجود ہے، اپنی عفت وعصمت کی حفاظت اور پاکباز زندگی بسر کرنا نہ صرف اَخلاقی فضائل میں شامل ہے بلکہ یہ قربِ الٰہی کی سعادت سے بہرہ مند کرتا ہے۔

⊙ دیانت وامانت اور ایفائے عہد:

حیاتِ اجتماعی میں باہمی لین دین کے معاملات کو طے کرتے وقت ہر ایک کے حق کو مکمل طور پر ادا کرنا ،تاکہ اس میں کوئی کمی بیشی نہ رہے، امانت کہلاتا ہے۔قرآنی تعلیمات کے مطابق خلافتِ ارضی بھی امانت ہی تھی جس کی ذمہ داری انسان نے قبول کی۔ چنانچہ مالکِ حقیقی اللہ عزّ وجلّ کی عطا کردہ اس امانت کا حق ادا کرنا سب سے اوّل درجہ پر لازم ہے۔اہل ایمان کی اس اخلاقی خصوصیت کی نشاندہی بھی فرمائی گئی۔

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾(46)

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی آیتِ کریمہ مذکورہ کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ صاحبِ ایمان مرد اور خواتین اپنے عہد اور امانتوں کی پاسداری کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ امانتوں کو ان کے اَہل تک لوٹاتے ہیں اور اس میں خیانت نہیں کرتے۔ جب دوسروں سے عہد باندھتے ہیں تو معاہدہ کی شرائط پوری کرتے ہیں۔ چنانچہ امانتوں کی ادائیگی اور عہدوں کی تکمیل اہلِ ایمان کے اوصاف میں سے ہے۔ جبکہ خیانت اور غدر منافقوں کی نشانی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((آیة المنافق ثلاث : إذا حدّث كذب ، وإذا وعد أخلف، و إذا ائتمن خان*)) (47)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:**((لا إيمان لمن لا أمانة له و لا دين لمن لا عهد له))(48)**

سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں کہ حضور ﷺ کے اقوالِ مبارکہ کے مطابق امانت و دیانت کی پاسداری گویا اِیمان کی علامت ہے۔امانت کا وسیع مفہوم انسان کی تمام سرگرمیوں پر محیط ہے۔وہ حدیثِ نبوی ﷺ کا حوالہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:**((المجالس بالأمانة))(49)**

حضور نبی کریم ﷺ سے مزید کئی روایات، دیانت و امانت اور ایفائے عہد کے بارے میں روایت کی جاتیں ہیں:

((إذا حدّث الرّجل الحديث ثمّ التفت فهى أمانة))(50)

''آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے بات کرے اور ادھر ادھر دیکھے کہ کوئی سنتا نہ ہو تو وہ امانت ہے''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں حضور ﷺ سے منقول ہے:

((إن الأمانة نزلت في جذر قلوب الرّجال، ثمّ علموا من القرآن ، ثمّ علموا من السنّة))(51)

اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے امانت کے مٹ جانے کا حال سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر یہ حال ہوگا کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال لی جائے گی اور ایک آبلہ کی طرح کا داغ رہ جائے گا جو اٹھ تو جاتا ہے مگر اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا، لوگ ایسے ہو جائیں گے کہ لین دین کریں گے لیکن کوئی امانت داری نہیں کرے گا۔ اس وقت امانت داری کی مثال ایسی کمیاب ہو جائے گی کہ لوگ مثال کے طور پر کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک امانتدار شخص ہے۔ آدمی کی تعریف ہوگی کہ کیسا عقلمند، کیسا خوش مزاج اور کیسا بہادر ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان داری نہ ہوگی''۔(52) گویا یہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ سب سے پہلے سیرت و کردار سے فضیلتِ خُلق امانت و دیانت عنقا ہو جائے گی اور سب سے آخر میں جو چیز رہ جائے گی وہ نماز ہوگی اور کتنے نمازی ہیں جن کی نمازوں کا کوئی حصہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں۔

صاحبِ ایمان افراد کی ایک خصوصیت کا تذکرہ جو امانت کے ساتھ ملتا ہے وہ عہد کی پاسداری ہے۔(53) لوگ عہد کے معنی صرف قول و قرار کے سمجھتے ہیں۔ لیکن اسلام کی نگاہ میں اس کی حقیقت بہت وسیع ہے۔ وہ اخلاق، معاشرت، مذہب اور معاملات کی ان تمام صورتوں پر مشتمل ہے۔ جن کی پابندی انسان پر عقلاً، شرعاً، قانوناً اور اخلاقاً فرض ہے اور اس اعتبار سے یہ مختصر سا لفظ انسان کے بہت سے عقلی، شرعی، قانونی، اخلاقی اور معاشرتی فضائل کا مجموعہ ہے۔(54)

سید سلیمان ندوی کے مطابق کسی بھی امانت کو بلاکم و کاست ٹھیک وقت پر ادا کر دینا، معاملاتی حیثیت سے ایک قسم کے عہد کی پابندی ہے جو عہد کے وسیع معنی میں داخل ہے۔ انسان کی طرف سے باندھے گئے تمام عہدوں میں سے پہلا عہد- ربوبیتِ الٰہیہ کا اقرار ہے جو یومِ اَلست خدا تعالیٰ سے بندوں نے کیا تھا۔ دوسرا عہد- جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کسی بیعت یا اقرار کی صورت میں کیا جائے۔ تیسرا عہد- وہ جو انسانوں کے مابین قول و قرار کی حیثیت میں ہوتا ہے اور چوتھا عہد- وہ جو اہل حقوق کے درمیان قائم ہے۔ خاص کر اہلِ قرابت کے درمیان جس کو قائم رکھنے کی تاکید اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔(55) گویا ایفائے عہد امانت و دیانت کے شانہ بشانہ وہ خلق حسنہ ہے جو حسن و خوبی، عمرانی اِعتبار سے انسانوں کے مابین تعلقات کی مضبوطی اور اَمن و سلامتی پر منتج ہوتا ہے۔

⊙ حیاء و حلم:

حیاء وہ اخلاقی خصوصیت ہے جس کی بدولت کئی دوسرے محاسن کو بھی تحریک ملتی ہے۔ عفت و عصمت کی خوبی بھی اسی خلق حسن کی بدولت استحکام حاصل کرتی ہے اور بہت سی برائیوں سے اسی وصف کی وجہ سے انسان اجتناب کرتا ہے اس وصفِ طبعی کی نگہداشت اور اس کو پروان چڑھانے کیلئے دین اسلام کی تربیتی اقدار اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ شریعت کے قواعد و ضوابط کے مطابق سترِ عورت کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھنا، غضِ بصر کے حکمِ الٰہی پر عمل کرنا، برہنگی اور عریانی سے مجتنب رہنا ,حیاء کے جذبہ کو تقویت دیتا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے حیا کو ایمان کا جزو قرار دیا۔ آپ ﷺ کے ارشادات گرامی ہیں: ((دعه فإن الحياء من الإيمان)) (56)

((الإ يمان بضع و سبعون شعبة و الحياء شعبة من الإيمان))(57)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حیاء ایسا وصف ہے جو انسان کیلئے بھلائی اور زینت کا باعث بنتا ہے اور ایمان کا اہم شعبہ ہونے کے ناطے سے جنت کی طرف پیش قدمی میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ ہیں: ((الحياء خير كلّه))(58)

((الحياء لا يأتي إلا بخير))(59)

((الحياء من الإيمان، والإ يمان في الجنّة، والبذاءُ من الجفاءُ ، و الجفاءُ في النّار)) (60)

((الحياءُ و العی شعبتان من الإيمان و البذاءُ و البيان شعبتان من النفاق)) (61)

حیاتِ عمرانی میں اِجتماعی زندگی کا حسن اس اُمر سے وابستہ ہے کہ لوگ عاداتِ حسنہ کے حامل ہوں۔ یہ پاکیزہ اَطوار، ان کے باہمی تعلقات کو بھی پاکیزگی اور تقدس کے اس سانچے میں ڈھال دیں جہاں شیطنیت کا گزر نہ ہو سکے۔ حیاء اُن خصائل حسنہ میں سے ہے جو تمام اُمور و عادات کو حسن اور خوبصورتی عطا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((ماكان الفحش في شيءٍ قطّ ، إلا شانه' ، ولا كان الحياء ُفی شیءٍ قط إلا زانه))(62)

رسول کریم ﷺ نے جن چار اُمور کو انبیاء کی سنت قرار دیا ہے۔ اس میں حیاء کو اوّلیت حاصل ہے۔ (63) یہی جذبہ اور عادت ہے جو انسان کو برائیوں اور معصیت کے کاموں سے روک دیتی ہے۔ اگر حیاء نہ ہو تو فواحش کو روکنے میں کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((إنّ ممّا أدرک النّاس من كلام النبوّة الأ ولی: إذا لم تستحي فاصنع ماشئت))(64)

((إن لكل دين خلقا وإن خلق الإسلام الحياء))(65)

آداب زندگی کا جزو بنانے کیلئے حیاء کی عادت معاشرتی پاکیزگی کی نشو و ارتقاء اور گھریلو زندگی میں بھی ماحول کی پاکیزگی کا باعث بنتی ہے۔ اسی تناظر میں رسولِ کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((إن الله حييّ ستّير يحبّ الحيآء و السّتر فإذا إغتسل أحد كم فليستتر))(66)

((إن الله عزّوجلّ ، إذا أراد أن يهلک عبدا نزع منه الحياء. فإذا نزع منه الحياء ، لم تلقه إلا مقيتا ممقّتا. فإذا لم تلقه إلا مقيتا ممقّتا، نزعت منه الأمانة. فإذا نزعت منه الأمانة ، لم تلقه إلا خائنا مخوّنا، فإذا لم تلقه إلا خائنا مخوّنا نزعت منه الرّحمة فإذا نزعت منه الرحمة، لم تلقه إلا رجيما مّلعّنا، فإذا لم تلقه إلا رجيما ملعّنا ، نزعت منه ربقة الإسلام))(67)

حیاء گویا وہ قوت اور ملکہ ہے جس سے انسان خیر وفلاح کی طرف مستعدی سے گامزن رہتا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے وہ تمام شرور وتعدّی سے بچنے کی صلاحیت حاصل کرتا ہے۔ اس ایک صلاحیت کے عنقا ہونے سے نہ صرف دوسری فضائلِ حسنہ سے محرومی ہوجاتی ہے بلکہ انسان رذائل کے قریب تر ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إستحيوا من الله حقّ الحياء"[قال]: قلنا: يا نبيّ الله! إنّا لنستحي و الحمد لله، قال: "ليس ذاک و لکنّ الاستحياء من الله حق الحياءِ أن تحفظ الراس و ما وعى و تحفظ البطن، و ماحوى، و تتذكّر الموت و البلى، و من أراد الآخره ترک زينة الدنّيا، فمن فعل ذلک فقد استحي يعني من الله حقّ الحياء))(68)

"اللہ تعالیٰ سے حیاء کے حق کے مطابق حیاء کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں حیاء کا حق کس طرح ادا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سر اور جو اس میں محفوظ ہے، اور پیٹ اور جو اس میں محفوظ ہے، ان کی حفاظت کے ذریعے۔ اور موت و آزمائش کے تذکرے کے ذریعے اور جس نے آخرت کے ارادہ سے دنیا کی زینت کو ترک کردیا تو گویا اُس نے حیاء کی، یعنی اللہ تعالیٰ سے حیاء کا حق ادا کردیا"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((يا عائشة! إنّ الله لا يحبّ الفاحش المتفحّش))(69)

⊙ رحم:

خالقِ کائنات کی سب سے نمایاں خصوصیات میں سے ایک اس کی رحمت ہے جو تمام مخلوقات پر محیط ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم بھی ہے اور خیر الرّاحمین بھی ہے (70) اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا میں جس قدر رحم وکرم کے آثار پائے جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقابلے میں صرف ایک گنا ہیں جبکہ ننانوے فیصد حصہ رحمت اللہ تعالیٰ کی ذات میں مختص ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((جعل الله الرّحمة في مائة جز ءٍ فامسک عنده تسعة و تسعين جزءً ا و انزل في الأرض جزءً ا واحدًا ، فمن ذلک الجزء تتراحم الخلق ، حتی ترفع الفرس حافر ها عن ولدها خشية أن تصيبه))(71)

اُمتِ مسلمہ کیلئے بھی پسندیدہ شعار یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق اخلاقِ حسنہ کو اختیار کیا جائے۔ چنانچہ اس بناء پر رحم کی خصوصیت پر بہت زور دیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ سبحانہ نے مومنین کیلئے ﴿رؤف رحیم﴾(72) قرار دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا باہم ایک دوسرے کیلئے مشفق و مہربان ہونے کا وصف خاص قرآن حکیم میں بیان فرمایا گیا(73) آیت کریمہ ﴿رحماء بينهم﴾ میں جس حقیقت کی بین السّطور وضاحت موجود ہے وہ یہ کہ باہمی ملاطفت اور رحمدلی جو اجتماعی زندگی میں باہمی یگانگت کیلئے ضروری ہے دینی تعلیمات کے اِتباع کے نتیجہ میں اس کو تحریک ملتی ہے۔ اَفراد کو اِنفرادی اور گروہی اعتبار سے حیاتِ عمرانی کے تقاضوں کی تکمیل میں جسدِ واحد کی طرح قرار دیا۔ کہ اگر ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو پورا جسم درد اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

((ترى المؤمنين في تراحمهم و تو ادّهم و تعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى عضواً تداعى له سائر جسده بالسّهر والحمّى))(74)

((من لا يرحم لا يرحم))(75)

انسانوں کے مابین مختلف انسانی رشتوں کی ترکیب سے ہی اِجتماعی زندگی کا تانا بانا وجود پذیر ہوتا ہے اور عمرانی تقاضوں کی تکمیل سے وہ نصبُ العین حاصل کرنا ممکن الوجود ہوتا ہے جو دینِ اسلام کا مقصود و مطلوب ہے۔ جس کے مطابق اچھے افراد کی تربیت اور ان کے کردار و شخصیت کی تشکیل پر متوجہ کیا جس کے نتیجے میں بہترین معاشرہ از خود وجود میں آجاتا ہے۔ رحمدلی کے جذبات اس ضمن میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس خلق حسن کی ترویج و تربیت سے انسانی سیرت و کردار میں وہ پختگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو حیاتِ انسانی کی مقصدیت اور معنویت میں اضافہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ليس منّا من لم يرحم صغير نا و [لم] يعرف شرف كبيرنا))(76)

((من لا يرحم النّاس لا يرحمه الله)) (77)

((لا تنزع الرّحمة إلّا من شقيّ)) (78)

((الرّاحمون يرحمهم الرحمٰن ، إرحموا من في الأرض يرحمكم من في السمآء، الرّحم شجنة من الرّحمٰن فمن و صلها و صله الله و من قطعها قطعه الله)) (79)

((من لم يرحم صغيرنا و يعرف حق كبيرنا فليس منّا))(80)

یہ تمام احادیثِ مبارکہ سیرت و کردار کی تشکیل کے حوالے سے رحم کے خلقِ حسن کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں اور ہمارے سامنے یہ حقیقت بھی آتی ہے کہ رحمدلی صرف نوع انسان کے ساتھ ہی نہیں ہے بلکہ دیگر انواعِ حیوانات کے ساتھ بھی رحم کے برتاؤ کو مستحسن خیال کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جانوروں کو باہم لڑانے کے تفریحی مشغلہ کو ناپسند فرماتے ہوئے اس سے رکنے کا حکم دیا گیا۔

((نهى رسول الله ﷺ عن التّحر يش بين البهائم))(81)

گویا ایک مسلمان کے سیرت و کردار کے شایانِ شان نہیں کہ وہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جو رحم کی خوبی کے منافی ہو۔

⊙ عدل واحسان:

فضائلِ اخلاق کے باب میں عدل و احسان بھی بہت قیمتی اور وزنی خصائل میں سے ہیں، جو نہ صرف فرد کی سیرت و کردار کو توازن، ہم آہنگی اور زینت سے نوازتے ہیں بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی ربط وضبط اور اِستحکام کی خوبیوں کو فروغ دینے کا باعث ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زندگی میں جو بات ہم کہیں یا جو کام ہم کریں اس میں سچائی کی میزان کا پلڑا کسی ایک طرف نہ جھکنے پائے اور صرف وہی سرگرمیاں اختیار کی جائیں جن کی بناء پر عدل کے تقاضے مجروح نہ ہونے پائیں۔ قرآنِ حکیم میں بیان کردہ حقائق کے مطابق، اللہ کی ذات حق ہے (82) اور وہ سچ بات کہتا ہے۔ (83) اور آپ کے رب کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی (84) اللہ تبارک و تعالیٰ کے تخلیق کردہ نظامِ کائنات کے تناظر میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ عدل کے بل بوتے پر ہی قائم ہے۔ دیگر اوصافِ باری تعالیٰ کی طرح صفتِ عدل و احسان کو بھی مرغوب اور پسندیدہ جانا گیا کہ انہیں انسانی

سیرت و کردار کا حصہ بنایا جائے اور ان خصائص کو روبہ عمل آنے کا موقع ملے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾(85)

توضیحاتِ ربانی کے مطابق عدل کی خصوصیت قانون کا اقتضاء اور احسان و درگزر اخلاق کا مطالبہ ہے(86)

حیاتِ عمرانی کے نظم و ضبط کو مستحکم اور برقرار رکھنے کیلئے انسانوں کو عدل کی جو تعلیم مرحمت فرمائی گئی وہ انسانوں کی تمام سرگرمیوں پر محیط ہے۔

معاشرتی زندگی کے اُساسی ادارے خاندان کی تشکیل اور ازواج کے ساتھ حسن معاشرت کا معاملہ ہو یا اولاد کے مابین برابری یا معاشی زندگی میں اَوزان و پیمانے اور لین دین کے اصول، سب معاملات میں عدل کو پسندیدہ خلق کے طور پر اجاگر کیا گیا۔

﴿وَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾(87)

﴿ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ﴾ (88)

عدالتی معاملات میں شہادت اور تصفیے سب اُمور کو عدل کے تقاضوں کے مطابق نبٹانے کی تلقین کی گئی اور ذاتی ترجیحات و میلانات کی پیروی سے روکا گیا۔

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ﴾(89)

﴿وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾(90)

گویا عدل ان اَخلاقِ حسنہ میں سے ہے جو زندگی کی اعلیٰ اقدار کو تائید و حمایت عطا کرتے ہوئے حیات عمرانی میں توازن اور حسنِ ترتیب کو اجاگر کرتا ہے۔ مزید برآں اس کو اِحسان کے خُلق کے ساتھ تزئین و آرائش بخشی عدل کی وجہ سے قانونی مساوات کو اجاگر کیا گیا لیکن اس میں اخلاقیاتی آمیزش کا رنگ اِحسان کے ذریعے پختہ کیا گیا۔ حکمتِ عملی کے اعتبار سے رسولِ کریم ﷺ نے عدل کی ہر طرح سے صراحت فرمائی۔ بلکہ 'اُمتِ وسط' کے

اعزاز کو عدل کے مفہوم کے ساتھ منسلک بیان فرمایا: ((الوسط: العدل [جعلنا کم أمة وسطا)) (91) رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من أطاعني فقد أطاع الله و من عصاني فقد عصى الله، و من يطع الأ مير فقد أطاعني، و من يعص الأمير فقد عصاني، و إنما الإمام جنّة يقاتل من ورائه و يتّقى به، فإن أمر بتقوىٰ ا لله و عدل فإنّ له بذلک أجرا، و إن قال بغيره فإن عليه منه))(92)

آپ ﷺ نے امام عادل کیلئے قیامت کے روز عزت و اِکرام کی نشاندہی فرمائی:

((سبعة يظلّهم الله يوم القيامة في ظلّه يوم لا ظلّ إلا ظلّه : إمام عادل))(93)

((كلّ سلامي من النّاس عليه صدقة، كلّ يوم تطلع فيه الشّمس ، يعدل بين النّاس صدقة))(94)

((إنّ أحبّ النّاس إلى الله يوم القيامة و أقربهم منه مجلساً إمام عادل، و إنّ أبغض النّاس إلى الله يوم القيامة و أشدهم عذاباً إمام جائر))(95)

آپ ﷺ نے تاکیداً ارشاد فرمایا:

((من كان قاضياً فقضى بالعدل، فبالحرىّ أن ينقلب منه كفافا))(96)

((إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب، كان له أجران، وإذا إجتهد فأخطأ كان له اجر))(97)

جب حاکم فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کرے تو اس کو دوگنا ثواب ہوگا اور جب وہ اجتہاد کرے اور اس سے خطا سرزد ہو جائے تو ایک گنا اجر ہوگا۔ اولاد کے مابین مساوی برتاؤ کی ترغیب بھی دلائی گئی:

((اتّقوا الله و اعدلوا في أولادكم))(98)

عدل کے ساتھ اِحسان کی تعلیم کو مربوط کر دیا اور سیرت و کردار میں عمومی طور پر بھی نیکوکاری کے مفہوم میں متعارف کرایا۔ اور نیکوکاروں سے اپنی محبت کا یقین دلایا۔ (99) عدل کی طرح اِحسان بھی نیکی اور صلاح و فلاح کے ہر عمل کو محیط ہے۔ یہ مالی امداد کی صورت ہو یا اَخلاقی اعانت، معاشرتی مسائل حیات میں موزونیت اور مضبوطی پیدا

کرنا ہو یا معاشی خرابیوں کا مداوا کرنے کیلئے امداد واستعانت بہم پہنچانا۔ ہر صورت میں احسان یعنی حسن سلوک، نیک برتاؤ کا جواز اور گنجائش پیدا کردی۔ مُنعمِ حقیقی کی طرف سے نعمتوں کا دائرہ جن وسعتوں پر محیط ہو، احسان کے دائرہ کار کا بھی اتنا ہی پھیلاؤ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے مترادف ہے۔ نیکی کا بدلہ نیکی کے ذریعے لوٹانے کی بھی تعلیم دی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ اِلَّا الْإِحْسَانُ﴾(100)

دینِ اسلام کا اِختصاص یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو نیکی کی ادنیٰ سے اعلیٰ ترین صورتوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے تحریض دلاتا ہے کہ وہ اپنی اِستطاعت کے مطابق اِحسان کی ان متعدد صورتوں سے فائدہ اٹھائیں اور توشۂ آخرت اکٹھا کریں۔ اِحسان اور بھلائی کو کسی مخصوص صورت اور ہیئت کے ساتھ محدود کرنے کی بجائے نیکی کی ہر راہ کو وسیع کردیا۔ حتیٰ کہ جانوروں کے ذبیحہ میں بھی اِحسان کی صورت تجویز فرمائی۔

((إن الله كتب الإحسان على كل شيءٍ ، فإذا قتلتم فأحسنوا القِتلة، وإذا ذبحتم ، فأحسنوا الذّبح، وليحدّد أحدكم شفرته ثمّ ليرح ذبيحته))(101)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا تكونوا إمّعة تقولون:إن أحسن النّاس أحسنّا، و إن ظلموا ظلمنا، ولكن وطّنوا أنفسكم،إن أحسن النّاس أن تحسنوا و إن أساءُ وا فلا تظلموا))(102)

رسولِ کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ دوسروں کی بدخلقی کا بدلہ اسی طرح دیا جائے تو آپ ﷺ نے وضاحت کی:

((يارسول الله! الرجل أمرّ به فلا يقريني ولا يضيّفني فيمرّ بي أفأجزيه؟ قال " لا إقره"))(103)

آپ ﷺ نے حُسن اخلاق کی روش اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

((إن أحبكم إلىّ و أقربكم منّي فى الآخرة محاسنكم أخلاقاً، وإن أبغضكم إلى و أبعدكم منّي في الآخرة مساويكم أخلاقاً، الثر ثارون المتفيهقون المتشدّقون)) (104)

رسول کریم ﷺ نے عورتوں کے جہنمی ہونے کی وضاحت میں بھی یہ فرمایا:

((ولكن يكفرن العشير و يكفرن الإحسان))(105)

رسولِ کریم ﷺ نے اسی ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

((مامن أحد يموت إلا ندم،قالوا:ومانداماته يا رسول الله؟ قال:"إن كان محسنا ندم أن لايكون ازداد، و إن كان مسيئًا ندم أن لايكون نزع))(106)

آنحضرت ﷺ نے اچھے اور برے اَخلاق کا مالک ہونے کے حوالے سے سوال کے جواب میں یہ اِمتیازی اُصول بھی رہنمائی کیلئے ارشادفرمایا:

((إذا سمعت جيرانک يقولون: قد أحسنت فقد أحسنت، و إذا سمعتهم يقولون:و قد أسات فقد أسات))(107)

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اِحسان کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر یہ دعا بھی سکھائی:

((اللّٰهم أحسنت خلقي ، فأحسن خلقي))(108)

⊙ رفق، حلم اور عفو:

رفق کے معنی سیرت و کردار کی وہ خوبی ہے جو نرم روی اور تلطّف کی نشاندہی کرتی ہے۔ جبکہ حلم سے مراد اشتعال انگیزیوں کو برداشت کرنا اور عفو سے مراد درگزر کرنا ہے۔ ان فضائلِ اخلاق کے مفہوم و معنی میں مماثلت محسوس کی جاسکتی ہیں۔ ان عادات کی نشاندہی ہوتی ہے جو ایک کے بعد دوسرے مرحلہ میں انسان کے کام آتی ہیں اور اس کی سیرت و کردار کو ایک مثبت اور متوازن قالب میں ڈھالتی ہیں۔ حضورنبیِ کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

((من يحرم الرفق يحرم الخير))(109)

((إن الله عزّوجلّ يحب الرفق في الأمر كله))(110)

((إن الله عزّوجلّ رفيق يحب الرفق و يعطي على الرفق مالا يعطي على العنف،وما لا يعطي على ما سواه))(111)

رفق و ملاطفت کی تعلیمات دوسروں کی خامیوں سے کامل آگہی کے باوجود اُن کے ساتھ نرمی سے پیش آنے

کی آئینہ داری کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إن الرّفق لا يكون في شي ءٍ اِلّا زانه، ولا ينزع من شي ءٍ اِلّا شانه))(112)

آپ ﷺ نے اس اَمر کی وضاحت بھی فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کو رفق و ملاطفت کا خوگر بنا دیتا ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کے ارشادات گرامی قدر تمام پہلوؤں پر محیط، باعث ہدایت ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إذا أراد الله عزّوجلّ بأ هل بيت خيراً أدخل عليهم الرّفق))(113)

((أللّهم من رفق بأمتي فارفق به و من شقّ عليهم فشقّ عليه))(114)

((من أعطى حظه من الرفق، فقد أعطي حظه من الخير و من حرم حظه من الرفق،فقد حرم حظه من الخير،أثقل شي ءٍ في ميزان المؤمن–يوم القيامة–حسن الخلق. و إن الله ليبغض الفاحش البذيّ ء)) (115)

رفق و ملاطفت کی اس خوبی کے ساتھ ہی حلم کی فضیلت کو بھی سیرت و کردار کے مظہر کے طور پر پسند فرمایا کہ ناگوار باتوں کو برداشت کر کے ہیئت عمرانی میں اجتماعی طور پر برائیوں کے دفعیہ کیلئے اس اخلاقِ حسنہ سے مدد لی جائے۔ اشج عبدالقیس کے بارے میں آپ ﷺ کا قول روایت کیا جاتا ہے:

((إنّ فيک خصلتين يحبّهما الله: الحلم و الأناة))(116)

اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء میں سے ایک اسم مبارک 'حلیم' بھی ہے(117) اسی صفتِ حسنہ کی اگلی کڑی دوسروں کی خطاؤں اور ناگوار باتوں سے عفو و درگزر کا رویّہ ہے۔ جو اِجتماعی زندگی میں نہ صرف کشادہ دلی کا مظہر ہوتا ہے بلکہ شریفانہ وقار کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ عمرانیاتی ترکیب میں برائی کا پورا بدلہ لینا جماعتی قانون واُصول کے مترادف، جس سے شرّ اور عصیان پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے لیکن عفو و درگزر اخلاقی کمال ہے جو حلم اور رفق و ملاطفت کے حامل کردار سے ہی صادر ہوسکتا ہے اور یہ اخلاقی عظمت ان کی عزت میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ ارشاد مبارک ﷺ ہے:

((مانقصت صدقة من مال ، و ما زاد الله رجلا بعفو إلا عزّا و ما تواضع أحد'' لله إلا رفعه الله)) (118)

رسولِ کریم اَفضل دعا کے سلسلے میں عفو وعافیت کی دعا کی طلبگاری سکھاتے تھے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((أللّٰهم إنّک عفو تحبّ العفو فاعف عنى))(119)

((سل ربّک العفو و العافية في الدّنيا و الآخرة فإذا أعطيت العفو و العافية، في الدّنيا و الآخرة، فقد أفلحت))(120)

گویا عفو وعافیت جو دنیا و آخرت میں میسر آ گئی تو یہ انسان کی فوز وفلاح کی دلیل بن جاتی ہے۔

⊙ اِستقامت:

اِستقامت کو بھی اَخلاقِ حسنہ میں شمار کیا جاتا ہے۔استقامت کا مفہوم یہ ہے کہ سیدھا اور متوازن راستہ اختیار کیا جائے اور حق کو قبول کرنے کے بعد اس پر ثابت قدم رہا جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلِذٰلِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ﴾(121)

''پس اسی کی طرف دعوت دیجئے اور استقامت پکڑ جس کا تجھے حکم دیا گیا اور ان کی خواہشات کے پیچھے مت چلیے''۔

اس حکمِ الٰہیہ میں دینِ حنیف یا جو احکامات آپ ﷺ کو دیے گئے ان پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اور دعوتِ دینِ حق پر اِستقامت کی تلقین کی گئی اور باطل کے اِتباع سے منع فرمایا گیا(122) ڈاکٹر وھبۃ الزحیلي اس ضمن میں رقمطراز ہیں کہ دین کسی کی ملکیت نہیں بلکہ اس کا واضع یعنی وضع کرنے والا اللہ عزّ وجلّ ہے اور اپنے معزز انبیاء و رسل حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبین حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ تک اس اُمر پر سب کا اتفاق رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ کتب پر ایمان لاتے رہے۔یہ پیغامِ خیر وسعادت کی بشارتوں پر مشتمل ہونے کے علاوہ حق اور عدل وانصاف کا پیغام دیتا ہے اور اس جہت سے دعوتِ اسلام کل نوع بشر کیلئے خیر کا پیغام ہے۔(123)

اسی دعوتِ خیر پر قبولیت ایمان کے بعد مستقل مزاجی سے ڈٹے رہنے کی تلقین کی گئی جس کا مظاہرہ مکّی زندگی میں مسلمان دیتے رہے۔ان کے جسم کی پگھلتی چربی سے انگارے تو سرد ہو سکتے تھے لیکن حلق سے اُحد اُحد کی

صدا ہی نکلتی تھی۔رسولِ کریم ﷺ صحابہ کرام کی تربیت فرماتے ہوئے ان کو یہی نصیحت فرماتے تھے۔

((قل اٰمنت باللہ ثمّ استقم))(124)

ایمان باللہ پر اِستقامت اختیار کرنا، حق پر عمل اور اس کے نفاذ کی کوششوں میں آزمائشوں کو برداشت کرنا بنیادی تقاضا ہے۔جس کا نتیجہ رضائے الٰہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔استقامت کی روش پر عمل پیرا ہونے سے سیرت وکردار کی اس خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے کہ بدیہی حقائق نے ذہن وشعور کو شدید متاثر کر کے انسانی عقل وفکر اور اَعمال کی سمت میں مثبت اور طاقتور تبدیلی پیدا کر دی اور زندگی کا نصبُ العین بدل کر رکھ دیا۔

اِستقلال کی یہ خصوصیت حیاتِ عمرانی میں نظریہ کی وابستگی کا وہ طرزِ عمل منصّۂ شہود پر لاتی ہے جو اِنفرادی اور اِجتماعی فوز وفلاح پر منتج ہوتا ہے۔عہدِ رسالت میں حضور ﷺ کی زیرِ تربیت وجود پذیر ہونے والا اِسلامی معاشرہ اس حُسن وخوبی کا منہ بولتا شاہکار تھا۔ بقول ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی ،مسلمان کا اپنے خدا سے جو تعلق ہے وہ محبت، اتباع، اعتمادِ کلی، فکر انگیزی، امن وسلامتی، فہم وادراک ، استقامت اور عملی خدمت گزاری کا تعلق ہے۔یہ اعلیٰ سطح کی اخلاقی اقدار انسانی اخلاقیات کے فروغ اور تقویت کا باعث بنتی ہیں(125) آنحضرت ﷺ کے ارشادات گرامی ہیں:

((لایستقیم إیمان عبدحتی یستقیم قلبه ولایستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه)) (126)

((قد أفلح من أخلص قلبه للإیمان، و جعل قلبه سلیماً و لسانه صادقاً ، و نفسه مطمئنة وخلیقة مستقیمة ، و جعل أذنه مستمعة و عینه ناظرة ، فأما الأذن و العین بمقرة لما یوعي القلب، و قد أفلح من جعل قلبه واعیا)) (127)

((إستقیموا و لن تعصوا)) (128)

آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حتی الإمکان دین پر اِستقامت اختیار کرنے اور معصیت سے بچنے کی تلقین فرماتے۔مداومتِ عمل کو پسند فرماتے تھے کیونکہ یہ اَحسن اقدار کی پاسداری کی گرانقدر روایت کے تسلسل کو ظاہر کرتی ہے۔حضور ﷺ سے دریافت فرمایا گیا کہ کون سے اَعمال بہتر ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أدو مها و إن قلّ)) (129)

ایمان پر اِستقامت اور عمل کی مداومت مسلمان معاشرت کی نمایاں خصوصیت اور اِمتیازات میں سے ہیں اس کا شمار فضائلِ اخلاق میں بھی ہوتا ہے اور یہ وصف تعمیرِ کردار کے مثبت پہلوؤں کی نشاندہی کرتا ہے۔ دین اسلام میں ان تمام خصائص کی اہمیت اسی لئے اجاگر کی گئی ہے، تا کہ مسلمان اجتماعیت ایسے افراد کی آماجگاہ کے روپ میں منصۂ شہود پر آئے جو پاکیزہ اور صالح سیرت و کردار کے حامل ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ سے ایسے تربیتی ماحول کو فعال کیا، جو اِن اوصاف کو پروان چڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ اور فرد و اجتماعیت میں ایسی ہم آہنگی پیدا کی، جس کے نتیجے میں صالح معاشرت اور اجتماعیت وجود پذیر ہوئی۔

اس مقالہ میں کتب حدیث کے بارے میں فٹ نوٹ پر اختصار کے لئے رموز کا استعمال کیا گیا ہے جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

خ	:	الجامع الصحیح	از امام بخاریؒ
م	:	الجامع الصحیح	از امام مسلمؒ
ت	:	جامع ترمذی	از امام ترمذیؒ
د	:	سنن ابوداؤد	از امام ابوداؤدؒ
ن	:	سنن نسائی	از امام نسائی
جہ	:	سنن ابن ماجہ	از امام ابن ماجہؒ
حم	:	مسند احمد بن حنبل	از امام احمد بن حنبل

حواشی وتعلیقات

(1) تاریخ الاسلام : السیاسی و الدینی والثقافی والإجتماعی، 201/1 ؛ ابن ھشام ،السّیرة النّبویّة ، 374-373/1میں بھی مذکورہ تقریر کے اسی متن کاحوالہ موجود ھے۔اس کے علاوہ ابن اسحاق، السّیرۃ النّبویّة، 1-249/2/2 میں بھی اسی تقریر کا حوالہ قدرے اختصارکے ساتھ قلمبند کیا گیا ھے.

(2) الشمس 91: 9-10

(3) معارف القرآن [راولپنڈی: سروسز بك کلب ، 1427 / 2006ء] 756/8

(4) لسان العرب، 86/10-87

(5) الاحزاب 33: 11 ﴿لقد کان لکم فی رسول الله أسوة حسنة﴾

(6) الحدید 57 : 19

(7) خ ، کتاب الادب، با ب قول الله تعالیٰ، رقم الحدیث:6094، ص:1063؛جامع الاحادیث: الجامع الصغیر و زوائده و الجامع الکبیر ، رقم الحدیث:5142، 242/2

(8) م ، کتاب البرو الصلة، باب قبح الکذب، رقم الاحادیث:6637، 6638 ,6639، ص:1138

(9) خ ، کتاب الایمان، باب علاماة المنافق، رقم الحدیث:33، ص:9

(10) ایضاً حواله مذکور ، رقم الحدیث:34، ص:9

(11) ت ، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الریاء، رقم الحدیث:2382، ص:542-543

(12) ت ، کتاب البرو الصلة، باب ماجاء فی اصلاح ذات البین، رقم الحدیث:1939، ص:451 ،

(13) ت ، ایضاً حواله مذکور، رقم الحدیث:1938، ص:451

(14) البقرة 2 : 3 ،

(15) سیرة النبی ﷺ ، 329/6

(16) ھود 11 : 6

(17) تفسیر البیضاوي، 128/3؛ جبکه ڈاکٹر وھبة الزحیلي ارضی مخلوقات میں بحری اور ھوائی مخلوقات بھی شامل کرتے ھیں ، التفسیر الوسیط ، 1023/2

(18) البقرہ 2 : 268-269

(19) م ، كتاب الزكاة، باب الحث على الانفاق ، رقم الاحاديث:2375-2376، ص:415

(20) ت ، كتاب الزهد، با ب منه الخصال التى ، رقم الحديث:2341، ص:535 ، 6 ايضاً حواله مذكور، باب منه فى فضل الاكتفاء ، رقم الحديث:2343، ص:535

(21) جامع الاحاديث: الجامع الصغير و زوائده و الجامع الكبير ، رقم الحديث:5323، 269/2

(22) ت ، كتاب الزهد، باب منه حديث يقول ابن آدم ، رقم الحديث:2342، ص:535

(23) م ، كتاب الزكاة، باب بيان ان افضل الصدقة، رقم الاحاديث:2382-2383 ، ص:416

(24) ايضاً حواله مذكور، باب بيان ان اليد العليا، رقم الحديث:2387,2386,2385، ص:416

(25) م ،كتاب الزكاة ، باب الترغيب في الصدقة، رقم الحديث:2304،ص:401؛وخ،كتاب في الاستقراض،باب أداء الديون،رقم الحديث:2388، ص:383 ؛

وجه ، كتاب الزهد، باب فى المكثرين، رقم الحديث:4132، ص:603

(26) م ،كتاب الزكاة ، باب الترغيب في الصدقة، رقم الحديث:2304،ص:401

(27) جه ، ايضاً حواله مذكور، باب الزهد، رقم الحديث:4208 ، ص:613،

(28) الليل 92 : 5-7 ،

(29) الليل 92 : 17-21

(30) ال عمران 3 : 93: ﴿ لن تنالوا البرّ حتّى تنفقوا ممّاتحبّون ﴾

(31) البقرة 2 : 264 :﴿ لا تبطلوا صدقتكم بالمن والأذى ﴾

(32) البقرة 2 : 262

(33) الاحزاب 33 : 35: ﴿ و الحفظين فروجهم والحفظت ﴾ ؛ و المعارج 70 : 29 : ﴿ والذين هم لفروجهم حفظون ﴾

(34) النور 24 : 31 : ﴿ وقل للمؤمنٰت يغضضن من أبصار هن و يحفظن فروجهنّ ولا يبدين زينتهن إلاما ظهر منها و ليضربن بخمر هنّ على جيوبهنّ ﴾

و النور 24 : 30 : ﴿ قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم و يحفظوا فروجهم ﴾

(35) بنى اسرائيل 17 : 32

(36) ☆ ” أنّه لعن المتشبّهات من النّساءِ بالرّجال، والمتشبّهين من الرّجال بالنّساء“ و د، كتاب اللباس، باب فى لباس ا لنساء ، رقم الاحاديث:4097-4098، ص:577 ؛

☆ "أيّما المرأة أصابت بخورا فلا تشهدنّ معنا العشاء" د ، كتاب الترجل ، باب فى طيب المرأة ، رقم الحديث:4175، ص:587 ؛

☆ "أنّ النبىّ ﷺ لعن المخنّثين من الرّجال و المترجّلات من النّسآءِ قال: " و أخرجوهم من بيوتكم و أخرجوا فلانا و فلانا يعني المخنّثين"

د ، كتاب الادب، باب الحكم فى المخنثين ، رقم الحديث:4940، ص:695 ؛

☆ "من إطّلع في دار قومٍ بغير إذنهم ففقأوا عينه فقد هدرت عينه" د ، كتاب الادب ،باب فى الاستئيذان، رقم الحديث:5172، ص:726؛

☆ "إستأخرن ، فإنه ليس لكنّ أن تحققن الطّريق، عليكنّ بحافّات الطّريق"، أنّ النبىﷺ نهى أن يمشي – يعني الرجل، بين المرأ تين"

د ، كتاب الادب ، باب فى مشي النساء ، رقم الاحاديث:5272-5273، ص:739 ؛

☆ "لاتدخلوا على النّسآءِ" سنن الدارمى ، كتاب الإستئذان ، باب فى النهى عن الدخول على النساء ،رقم الحديث:2645/1، ص:866؛

☆ "يا معشر النساء أمالكنّ في الفضّة ما تحلين به ؟ أما إنّه ليست منكنّ إمرأة تحلّى الذهب فتظهره إلاعذّبت به" سنن الدارمى، كتاب ا لإ ستئذان ، باب فى كراهية

اظهار ،رقم الحديث:2648/1، ص:867؛ د، كتاب الخاتم، باب ماجاء فى الذهب للنساء، رقم الحديث: 4237، ص:594؛ ن، كتاب الزينة، باب الكراهية للنساء

فى اظهار الزينة، رقم الاحاديث:5140-5141، ص:702؛

☆ "لا تسافرالمرأة سفراً ثلاثة أيّام فصا عدا إلّا و معها أبوها أو أخوها أو زوجها أو ذورحم محرم منهما" سنن الدارمى، كتاب الاستئذان، باب لا تسافر المراة،

رقم الحديث:2680/1، ص:879؛ و خ ،كتاب فضل الصلاة، باب: مسجد بيت المقدس ، رقم الحديث:1197، ص:190، و خ، فى كتاب جزاء الصيد ،باب

حج النساء رقم الحديث:1864، ص:300 ؛ و م ، كتاب الحج، باب سفر المرأة، رقم الاحاديث:3258-3260، ص:564

(37) خ ، كتاب الحدود، باب الزنا و شرب الخمر، رقم الحديث:6772، ص:1168

(38) المومنون 23 : 8 ؛ و المعارج 70 : 32

* خ ، كتاب الايمان ، باب علامات المنافق، رقم الحديث: 33، ص:9 ؛ و ت ، كتاب الايمان ، باب فى علامة المنافق، رقم الحديث:2631، ص:697

(39) التفسير الوسيط: 1678/2 ،

(40) صحيح ابن حبان، كتاب الايمان، ذكر خير يدل ، رقم الحديث:194، ص:82

(41) سيرة النبى ﷺ، 377/6،

(42) ت ، ابواب البرو الصلة، باب ان المجالس ، رقم الحديث:1959، ص:455

(43) خ ،كتاب الرقاق، باب رفع الامانة، رقم الحديث: 6497، ص:1126

(44) جه ، باب الفتن، باب ذهاب الامانة، رقم الحديث:4053، ص:585 پر يه روايت موجود هے : " ان الا مانة نزلت فى جذر قلوب الرجال ، " و نزل القرآن فعلمنا من
القرآن و علمنا من السنّة ثم حدثنا عن رفعها فقال: " ينام الرّجل النّومة ، فترفع الأمانة من قلبه ـ فيظلّ أثرها كأثرالو كت ـ ثمّ ينام النّومة، فتنزع الأمانة من قلبه فيظل
أثرها كأثرا لمجل ـ كجمرٍ دحرجته على رجلك فنفط ، فتراه منتبراً و ليس فيه شيء". " قال:" فيصبح الناس يتبايعون و لايكاد أحد يؤدي الأمانة ، حتى يقال : ان في بنى فلان رجلا أمينًا و حتّى يقال للرجل : ما أعقله و أجلده و أظرفه و ما في قلبه حبه خردل من إيمان "

(45) المومنون 23 : 8 ﴿و الذين هم لأ مانتهم و عهدهم راعون﴾، و المعارج 70 : 32

(46) سيرة النبى ﷺ ، 406/6،

(47) سيرة النبى ﷺ ، 407/6-408 ملخصاً

(48) خ ، كتاب الايمان ، باب الحياء ، رقم الحديث:24، ص:7 ، و كتاب الادب ، باب الحياء، رقم الحديث:6118، ص:1066؛ وت ، ابواب الايمان ، باب إن الحياء من الإيمان، رقم الحديث:2615، ص:594،

(49) ن ، كتاب الايمان ، باب ذكر شعب الإيمان، رقم الاحاديث:5007-5009، ص:687

(50) حم ، رقم الحديث:19506، ص:618/5،

(51) خ ، كتاب الادب ، باب الحياء، رقم الحديث:6117، ص:1066

(52) ت ، ابوا ب البرو الصلة، باب ماجاء ففى الحياء، رقم الحديث:2009، ص:463

(53) ت ايضاً حواله مذكور، باب ماجاء فى العي ، رقم الحديث:2027، ص:467

(54) جه ، ابواب الزهد، باب الحياء، رقم الحديث:4185، ص:610 ؛ و ت ، ابوا ب البر والصلة، باب ماجاء فى الفحش، رقم الحديث:1974، ص:457 ؛

وحم ، رقم الحديث:12278، 244/3 ؛ "ما كان الحياء في شى ءٍ إلا زانه، ولا كان الفحش في شيءٍ إلّاشانه" الادب المفرد، باب الحياء، رقم الحديث:601، ص:182

(55) "أربع من سنن المرسلين : الحياء و التعطّر و السّواك والنّكاح" ؛ ت، ابواب النكاح، باب ماجاء فى فضل التزويج، رقم الحديث:1080، ص:260

(56) خ ، كتاب الادب، با اذالم تستح...... رقم الحديث:6120، ص:1067؛ وجه ، ابوا ب الزهد، با ب الحياء، رقم الحديث:4183، ص:609

(57) جه ، ايضاً حواله مذكور، رقم الحديث:4182،4181، ص:609؛ المؤطا، كتاب حسن الخلق، باب ماجاء فى الحياء، رقم الحديث:9 ،573/2

(58) د ، كتاب الحمام ، باب النهى عن التعري، رقم الحديث:4012، ص:567؛ ون ، كتاب الغسل، باب الاستتار...... ، رقم الحديث:406، ص:54 ؛

و حم ، رقم الحديث:17507،263/5،

(59) جه ، ابوا ب الفتن، باب ذهاب الامانة ، رقم الحديث:4054، ص:586

(60) ت ، ابوا ب صفة القيامة، باب فى بيان مايقتضيه الاستحياء من الله حق الحياء، رقم الحديث:2458، ص:560

(61) د ، كتاب الادب، باب فى حسن العشرة، رقم الحديث:3792، ص:679 ؛ و جامع المسانيد و السنن ، رقم الحديث:242، 1(1-2)/130

(62) المومنون 23 : 109

(63) خ ، كتاب الادب، باب جعل الله الرحمة، ، رقم الحديث:6000، ص:1050

(64) التوبة 9 : 128

(65) قوله تعالىٰ:﴿والّذين معه أشدّآءُ على الكفّار رحماء بينهم﴾ الفتح 48 : 29

(66) خ ، كتاب الأدب، باب رحمةالناس و البهائم، رقم الحديث:6011، ص:1051

(67) ايضاً حواله مذكور ، رقم الحديث:6012، ص:1051، و باب رحمة الولد ، رقم الحديث:5997، ص:1049

(68) ت ، ابواب البرو الصلة، باب ماجاء فى رحمة الصبيان، رقم الحديث:1920، ص:448

(69) ایضاً حوالہ مذکور، باب ماجاء فی رحمة الناس، رقم الحدیث:1922، ص:448،

(70) ایضاً حوالہ مذکور، رقم الحدیث:1923، ص:448

(71) ایضاً حوالہ مذکور، رقم الحدیث:1924، ص:448؛ و د ، کتاب الادب، باب فی الرحمة، رقم الحدیث:4941، ص:696

(72) د، کتاب الأدب، باب فی الرحمة، رقم الحدیث:4943، ص:696 ،

(73) د ،کتاب الجهاد، باب فی التحریش، رقم الحدیث:2562، ص:371

(64) الحج 22 : 62 : ﴿ ذلك بأنّ اللّٰه هو الحق و أنّ مایدعون من دونه هو الباطل﴾

(75) الاحزاب 33 : 4 : ﴿ واللّٰه یقول الحق﴾ ،

(76) الانعام 6 : 115 :﴿ و تمّت کلمة ربك صدقا وّعدلا ﴾،

(77) Islam in Focus، مترجم: رضا بدخشانی ، اسلام ایک زندہ حقیقت، ص:93

(78) حم ، رقم الحدیث:12636، 53/3،

(79) حم ، رقم الحدیث:20803، 181/6

(80) حم ، رقم الحدیث:21873، 382/6،

(81) خ ، کتاب الرقاق، باب القصد، رقم الحدیث: 6464، ص:1121

(82) النحل 16 : 90

(83) سیرة النبی ﷺ ، 395/6

(84) الانعام 6 : 152

(85) البقرة 2 : 282

(86) المائدة 5 : 8 ؛ و النسآء 4 : 135

(87) البقرة 2 : 188

(88) حم ، رقم الحدیث:10878، 417/3

(89) خ ، کتاب الجهاد و السیر ، باب یقاتل من وراء ، رقم الحدیث:2957، ص:489

(90) خ ، کتاب الحدود، باب فضل من ترك الفواحش، رقم الحدیث:6806، ص:1173

(91) خ ، کتاب الصلح، باب فضل الإصلاح بین الناس، رقم الحدیث:2707، ص:442

(92) حم ، رقم الحدیث:11131، 457/3

(93) تؔ ، ابوا ب الاحکام، باب ماجاء عن رسول الله ﷺ، رقم الحدیث:1322، ص:321

(94) سنن الدارقطنی ، کتاب فی الأقضیة والأحکام ، رقم الحدیث:8/4384، 445/3،

(95) مؔ ، کتاب الھبات، باب کراھة تفضیل ، رقم الحدیث:4181، ص:710

(86) ال عمران 3 : 134 :﴿ واللّٰہ یحبّ المحسنین ﴾

(97) الرحمٰن 55 : 60

(98) مؔ، کتاب الصید و الذبائح،باب الامرباحسان الذبح، رقم الحدیث:5055،ص:873؛ و سنن الدارمی، کتاب الاضاحی، باب فی حسن الذبیحة، رقم الحدیث: 1/1976، ص:610

(99) تؔ ،کتاب البر والصلة، با ب ماجاء فی الاحسان و العفو، رقم الحدیث: 2007، ص:463،

(100) تؔ ، ایضاًحواله مذکور، رقم الحدیث:2006، ص:463

(101) حمؔ ،رقم الحدیث:17278، 215/5،

(102) ایضاً حواله مذکور، رقم الحدیث:3363، ص:591/1

(103) تؔ ، ابواب الزھد، باب یوم القیامة و ندامة المحسن و المسئی، رقم الحدیث:2402، ص:547،

(104) حمؔ ، رقم الحدیث:3798،663/1

(105) حمؔ ، رقم الحدیث:24695، 223/7

(106) حمؔ ، رقم الاحادیث:18724،485/5، و 18767، 491/5 ؛ و مؔ ، کتاب البرو الصلة باب فضل الرفق، رقم الاحادیث:6598-6599 ، ص:1132

(107) حمؔ ، رقم الحدیث:24032، 125/7

(108) مؔ ، کتاب البر،باب فضل الرفق، رقم الحدیث:6601، ص:1133 ؛ و حمؔ ، رقم الحدیث:904، 181/1 ”من اعطی حظه من الرفق فقد اعطی حظه من الخیر ، و من
حرم حظه من الرفق فقد حرم حظه من الخیر“ تؔ ، ابواب البر، باب ما جاء فی الرفق، 2013، ص:464

(109) مؔ ، کتاب البرو الصلة، باب فضل الرفق، رقم الحدیث:6602، ص:1133؛ و حمؔ ، رقم الحدیث:23786، 87/7، و رقم الحدیث:24287، 162/7

(110) حمؔ ، رقم الحدیث:23906، 105/7

(111) حمؔ ، رقم الحدیث:23816،93/7 ، و رقم الحدیث:25667، 366/7

(112) الادب المفرد، باب الرفق، رقم الحدیث:464، ص:142

(123) ت ، ابواب البرو الصلة، باب فی التأنی و العجلة، رقم الحديث:2011، ص:464؛ و جه ، ابوا ب الزهد، باب الحلم، رقم الاحاديث:4187-4188، ص:610 ؛ و

حم ، رقم الحديث:10791، 402/3 ؛ و صحيح ابن حبان ، كتاب التاريخ ، ذكر اشج، رقم الحديث:7159، ص:1255

(124) البقرة 2 : 225 ؛ النسآء 4 : 12 ؛ الحج 22 : 59 ؛ الاحزاب 33 : 51

(125) ت ، ابو اب البرو الصلة، باب ماجاء فی التواضع، رقم الحديث:2029، ص:367؛

وسنن الدارمی، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة ، رقم الحديث:1682/2، ص:492؛ و حم ، رقم الحديث:8782، 89/3

(126) جه ، ابوا ب الدعاء، باب الدعا بالعفو، رقم الحديث:3850، ص:550،

(127) . ايضاً حواله مذكور، رقم الحديث:3848، ص:550

(128) الشوریٰ 42 : 15،

(129) تفسير البيضاوی، 79/5،

(130) التفسير الوسيط، 2331/3

(131) م ، كتاب الايمان، باب جامع اوصاف الإسلام، رقم الحديث:159، ص:39 ؛ و ت ، كتاب الزهد، باب ماجاء فی حفظ اللسان ، رقم الحديث:2410، ص:549

(132) Islam in Focus، مترجم: رضا بدخشانی ، اسلام ايك زنده حقيقت، ص:93

(133) حم ، رقم الحديث:12636، 53/3،

(134) حم ، رقم الحديث:20803، 181/6

(135) حم ، رقم الحديث:21873، 382/6،

(136) خ ، كتاب الرقاق، باب القصد، رقم الحديث: 6464، ص:1121

مصادر و مراجع

1 القرآن الکریم : ترجمه از مولانا محمود الحسن ، تفسیر از مولاناشبیر احمد عثمانی [مدینه منّوره (سعودی عرب):شاہ فهد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، 1409ه/1989ء

2 ابن اسحاق،محمد بن یسار، المطلبی (م:151ه) ، السیرۃالنبویۃ ،حققه: احمد فرید المزیدی، بیروت(لبنان): دارالکتب العلمیة، الطبعة الاولی، 1424ه/2004م.

3 ا بن حبان، محمد بن حبان، ابو حا تم ، الإمام (م:254ه) ، صحیح ابن حبان ، بترتیب امیر علاؤ الدین علي بن بلبانٔ الفارسي (م:739ه)، لبنان : بیت الافکار الدولیة، 2004م .

4 ابن کثیر، عماد الدین ، اسماعیل بن عمر، ابو الفدا، الحافظ الإمام، جامع المسانید و السنن الهادي لأقوم سنن ، وثّق أصوله و خرج حدیثه و علّق علیه :
الدکتور عبدالمعطي أمین قلعجي، بیروت(لبنان): دارالفکر، دارالکتب العلمیة، الطبعة الثانیة،1423ه/2002م.

5 ابن ماجه ، ابو عبدالله محمد بن یزید، القزویني، سنن ابن ماجه ، الریاض : مکتبة دارالسّلام، الطبعة الأوالیٰ، 1420ه/1999م .

6 ابن منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، ابو الفضل ،الأفریقی المصری (م: 771ه)، لسان العرب ، بیروت: دارصادر الطبعة السادسة ،1417ه/1997م.

7 ابن هشام، ابو محمد عبدالملك ، الإمام(م:218ه) السیرۃ النبویۃ ، حققه: مصطفی السقاو اصحابه، طرابلس (لبنان) : مکتبة الإیمان، الطبعة الثالثة،1421ه/ 2000م.

8 ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث بن إسحاق (م:275ه) سنن أبي داؤد ، الریاض: مکتبة دارالسّلام ، الطبعة الأولیٰ، 1420ه/1999م.

9 احمد بن حنبل،ابو عبدالله الشیبانی، الإمام (م:241ه) مسند احمد بن حنبل ،اعداد و ترتیب: ریاض عبدالله عبدالهادی، بیروت (لبنان): داراحیاء التراث
العربی، الطبعة الثالة، 1415-1414ه /1994م.

10 البخاری ، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الإمام (م:256ھ) صحیح البخاری ، الریاض :مکتبة دارالسّلام، الطبعة الثانیة، 1419ھ/1999م.

11 البخاری ،محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الإمام، الادب المفرد، خرج احادیثه و وضع حواشیه: محمد عبدالقادر عطا، بیروت (لبنان): دارالکتب العلمیة، س ن۔

12 البیضاوی، ناصر الدین ابو الخیر عبداللہ بن عمر(م :691ھ) انوار التنزیل و أسرار التأ ویل المعروف بتفسیر البیضاوی، إعداد و تقدیم : محمد عبدالرحمٰن المرعشلي، بیروت : داراحیاء التراث العربي، مؤسسة التاریخ العربي، الطبعة الاولیٰ، 1418ھ/1998م.

13 ا لترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م:279ھ)، جامع الترمذی، الریاض : مکتبة دارالسلام، الطبعة الاولیٰ، 1420ھ/1999م.

14 الجصاص، أبو بکر، احمدبن علی الرازی(م:370ھ)، أحکام القرآن ،ضبط نصه و خرج آیاته : عبدالسلام، محمد علی شاهین، بیروت (لبنان) : دارالکتب العلمیة، س. ن.

15 حسن ، ابراهیم حسن، الدکتور، تاریخ الاسلام : السیاسی و الدّینی و الثقافی و الإجتماعی ،قاهرة : مکتبة النهضة المصریة، الطبعة السابعة، 1964م.

16 حمو ده عبدالعاطی، ڈاکٹر، Islam in Focus، مترجم : رضا بدخشانی ، اسلام ایك زنده حقیقت ، لاهور: اسلامك بُك پبلشرز، س ن .

17 الدارقطنی ، علی بن عمر، الإمام(م:385ھ) ،سنن الدارقطنی ،حققه: الشیخ عادل احمد عبدالموجود والشیخ علي محمد معوض، بیروت (لبنان): دارالمعرفة ، 1422 ھ/2001م.

18 الدارمی، ابو عبداللہ بن عبدالرحمن، الحافظ ، الامام، سنن الدارمی ، بیروت(لبنان) : دارالمعرفة، الطبعة الأولیٰ، 1421ھ/2000م.

19 السیوطی، جلال الد ین عبد ا لرحمن بن ابو بکر،ابو الفضل، الإمام، جامع الاحادیث: الجامع الصغیر و زوائد ه والجامع الکبیر ،جمع و ترتیب : عباس أحمد سقر وأحمد عبدالموجود،بیروت(لبنان):دارالفکر،1414ھ /1994م.

20 ا لغزالی،أبو حامدمحمد بن محمد، الإمام(م: 505ه) إحياء علوم الدين، تخريج: العلامه زين الدين ابو الفضل عبدالرحيم بن حسين العراقي(م:806ه)

بيروت(لبنان): دارالمعرفة، الطبعة الاولیٰ، 1425ه /2004م.

21 مالك بن انس،الإمام الموطا، خرج احاديثه : احمدعلى سليمان، المنصورة (مصر): دارالغد الجديد، الطبعة الاولیٰ، 1426ه/2005م

22 محمد شفيع ، مفتی ، معارف القرآن ، راولپنڈی: سروسز بك كلب ، 1427ه /2006ء جلد8 .

23 المسلم، ابو الحسين ، مسلم بن الحجاج، القشيری (م:261ه) صحيح مسلم، الرياض: مكتبة دارالسلام ، الطبعة الثانية1421ه/2000م.

24 ندوی، سليمان ، سيد ، سيرة النبیﷺ ، لاهور: سروسز بك كلب،طبع سوم، 1984ء جلد 6.

25 النسائی ، ابو عبدالرحمن احمد بن شعيب ، الإمام، (م:302ه) سنن النسائی الصغریٰ ، الرياض: مكتبة دارالسلام، الطبعة الاولیٰ، 1420ه/1999م.

26 وهبة الزحيلي، الدكتور، التفسير الوسيط ،دمشق: دارالفكر، 1422ه/2001م.